رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۵ THE ALFAZL QADIAN رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کے لئے اک آسمانپر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دُنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دُنیا نے اسکو قبول نکیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ (الہام حضرت مسیح موعود)

الفضل

فی پرچہ ۱ھ

مضامین بنام ایڈیٹر

کارو...

متعلق خطوط...

مینیجر ہو

ایڈیٹر:- غلام نبی ٭ اسسٹنٹ مہر محمد خان

فہرست مضامین

نمبر ۷۳ | مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۳ء | پنجشنبہ بوقت | مطابق ۳ شعبان ۱۳۴۱ھ | جلد ۱۰

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے گلے میں تکلیف ہے، لیکن باوجود اس کے حضور نے ۱۹ مارچ کو ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب تقریر فرمائی +

ان ایام میں بوجہ فتنہ انگیز لوگوں کے اجتماع کے مقامات مقدسہ اور احمدی آبادی میں حسب معمول پہرہ کا انتظام رہا جسمیں مضافات کے احباب نے بھی حصہ لیا۔ ٹیرٹیوریل کے افسران عہدیدار اور سپاہی بھی شامل تھے +

ہماری طرف سے رات کو اور دن کو بھی مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں لیکچر ہوتے رہے۔ اور مولویوں کو گفتگو کے لئے چیلنج دیئے گئے۔ مگر وہ نہ آئے +

غیراحمدیوں کے جلسہ کی کارروائی

قادیان میں غیراحمدی علماء ۱۷ تا ۱۹ مارچ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی کہ علماءھم شر من تحت ادیم السماء تصدیق کرنے آئے۔ اور کر کے چلے گئے۔ اس کے متعلق مفصل تو انشاء اللہ آئندہ لکھا جائیگا۔ اور بتایا جائیگا کہ ان لوگوں نے کیا کیا حرکات کیں۔ اور اسلام کے روشن چہرہ پر کیسے کیسے بدنما داغ لگائے۔ اسوقت مختصراً ان کی کارروائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

افواہ تھی کہ قسطنطنیہ کے بے اختیار بے سیاست اور محض نام کے خلیفہ نے جو علم امرتسر کے ایک بیرسٹر صاحب کے ہاتھ بھیجا ہے وہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ لایا جائیگا۔ لیکن وہ تو کیا خود مولوی کہلانیوالے بھی اکٹھے ملکر نہ آئے۔ غالباً اس کی وجہ ان کا وہ بغض عناد کینہ اور عداوت ہوگی۔ جو وہ ایک دوسرے سے رکھتے ہیں۔ یا یہ کہ ہر ایک چاہتا ہوگا۔ میں پہلے پہنچ کر کوئی نمایاں حیثیت حاصل کر لوں۔ خواہ کوئی وجہ ہو ان لوگوں کے افتراق کے باعث ۱۷ مارچ کو پچھلے پہر پریشانی اور بدانتظامی میں جلسہ شروع ہوا۔ اور ہزارہ کے ایک موٹے تازے مولوی صاحب نے جن کا نام فضل حق بتایا گیا۔ بیٹھ کر اپنا لیکچر شروع کیا۔ اور ایسی ایسی دوراز عقل باتیں بیان کیں۔ کہ جن کا بیان کرنا ان چودھویں صدی کے مولویوں کا ہی حصہ ہے۔

یہ مولوی صاحب بایں ریش و فش عجب عجب نازو نخرے کرتے رہے۔ کبھی مُنہ بنا بنا کر اپنی جوانی کا گلہ کرتے کبھی اپنے گلے کو کوستے کبھی اپنی طاقت پر منہ بسورتے کبھی لوگوں کو متوجہ ہوکر تقریر سننے کے لئے ڈانٹتے +

اور احمدیت کے مقابلہ میں عیسائیت کہاں ٹھہر سکتی تھی - وہ احمدی ہوگیا ۔

غرض ان لوگوں کے طریق اور رویہ سے بخوبی ثابت ہوچکا ہے کہ

وہ ہمیں ہزار درجہ دوسروں کی نسبت برا سمجھتے ہیں

ان کے نزدیک کوئی آریہ ہوجائے۔ عیسائی ہوجائے دہریہ ہوجائے تو کوئی ہرج نہیں مگر احمدی نہ ہو عیسائیوں اور آریوں کا کوئی کام ہو۔ تو اسکے متعلق بڑے بڑے تعریفی مضامین لکھتے ہیں ۔

دیانند کے رشی منبر میں

بڑے بڑے مسلمان کہلانے والے لمبے چوڑے تعریفی مضامین لکھیں گے لیکن اگر کوئی کلمہ خیر ان کے منہ سے نہیں نکلتا۔ تو حضرت مرزا صاحب اور آپ کے خدام کے متعلق نہیں نکلتا۔ وہ دیانند جس کے

قلم کی تیز دہار

نے کسی نبی کو بھی نہ چھوڑا جس نے ہر نبی کو دغاباز۔ مکار، شہوت پرست، لوگوں کے مال کھا جانیوالا وغیرہ وغیرہ کہا۔ وہ دیانند جس نے قرآن کریم پر بسم اللہ سے لیکر والناس تک اعتراض کئے۔ اور اعتراض بھی وہ جنمیں سنجیدگی اور متانت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ بلکہ انتہائی بغض، کینہ اور عداوت کا اظہار کیا گیا۔ اس کے متعلق ایک نہیں متعدد اور عام لوگ نہیں۔ بلکہ مشہور لیڈر مضمون لکھتے ہیں کہ بڑا اچھا آدمی تھا۔ اور بڑا اعلیٰ کام اس نے کیا۔ مگر کسی بڑے آدمی کی زبان و قلم سے کبھی کسی نے علی الاعلان حضرت مرزا صاحب کی تعریف سُنی اور دیکھی ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہمارے اخباروں کو پڑھنا بھی تو وہ پسند نہیں کرتے۔ اور ہمارے آقا (حضرت مسیح موعود) کے متعلق وہ باتیں جو آریہ اور عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں وہ بھی تو وہ نہیں تسلیم کرتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں

گئے۔ تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو ان کے لیکچر میں جائیگا۔ اس کا نکاح ٹوٹ جائیگا۔ لیکن چونکہ حضرت مرزا صاحب کی کشش ایسی تھی کہ لوگوں نے اس فتویٰ کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ تو راستوں پر پہرے لگا دئے گئے تاکہ لوگوں کو جانے سے روکیں۔ اور سڑکوں پر پتھر جمع کرلئے گئے کہ جو نہ رکیگا اُسے مارینگے۔ پھر جلسہ گاہ سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لیجاتے کہ لیکچر نہ سُن سکیں۔ بیٹی صاحب جو اسوقت سیالکوٹ میں سٹی انسپکٹر تھے۔ اور پھر سپرنٹنڈنٹ پولیس ہوگئے تھے۔ اب معلوم نہیں۔ ان کا کیا عہدہ ہے۔ ان کا انتظام تھا۔ جب لوگوں نے شور مچایا اور فساد کرنا چاہا تو چونکہ حضرت صاحب کی تقریر اس نے بھی سُنی تھی۔ وہ حیران ہوگیا کہ اس تقریر میں حملہ تو آریوں اور عیسائیوں پر کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ مرزا صاحب نے کہا ہے اگر وہ مولویوں کے خیالات کے خلاف بھی ہو تو بھی اس سے اسلام پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ اور اگر وہ باتیں سچی ہیں تو اسلام کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے پھر

مسلمانوں کے فساد کرنے کی کیا وجہ ہے؟

اگرچہ وہ سرکاری افسر تھا۔ مگر وہ جلسہ میں کھڑا ہوگیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ تو یہ کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا مرگیا۔ اِسپر مسلمانو! تم کیوں غصے ہوتے ہو۔

غرض ان لوگوں کا ہم سے یہ سلوک ہے۔ اور بادی النظر میں یہی نظر آتا ہے کہ اگر انہیں سے لوگ آریوں ہی جاتے ہیں تو نہیں کیا۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کے متعلق یہاں تک فرمایا ہے ؎ اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہدار ۔ کاخر کنند دعوےٰ حُبِّ پیمبرم

بات یہ ہے کہ ایک ہوتی ہے عداوت۔ اور ایک ہوتی ہے حقیقت۔ عداوت میں بے شک یہ لوگ آریوں سے عیسائیوں سے سکھوں سے اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے بڑھکر ہیں مگر حقیقت میں

سب سے زیادہ ہمارے قریب

ہیں۔ ہمارے لیکچر ہوتے ہیں انمیں آریہ۔ عیسائی وغیرہ شور نہیں ڈالتے۔ بلکہ بعض اوقات وہ مدد بھی دیدیتے ہیں۔ مگر جانتے ہو۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ آریہ تو آریہ ہی گھر چلے جاتے ہیں۔ اور عیسائی عیسائی ہی واپس لوٹ جاتے ہیں۔ مگر یہ جو ہمیں لڑتے بھی ہیں۔ گالیاں بھی دیتے ہیں۔ لیکچر کے روکنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اگر انکو موقع ملے۔ تو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔ انہیں میں سے ہمارے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ یہاں یہ لوگ جو بیٹھے ہیں انمیں کتنے ہیں جو آریوں اور عیسائیوں سے آئے۔ اور کتنے ہیں جو ان لوگوں سے آئے جو دشمنی اور عداوت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ بات یہی ہے کہ یہ لوگ حقیقت میں ہمارے بہت قریب ہیں۔ اور ان کے ساتھ

بہت سی باتوں میں ہمارا اشتراک

ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ قرآن کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ احادیث کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ اور ان پیشگوئیوں کو یہ لوگ مانتے ہیں۔ جنمیں مسیح موعود کے آنے کا ذکر ہے مگر دوسرے لوگ حقیقت کے لحاظ سے ہم سے بہت دور ہیں۔

اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھو کہ کوئی قوم بڑھ نہیں سکتی۔ جو دو تین صدیوں میں دنیا کو گھیر نہیں لیتی اسلام نے دنیا پر قبضہ پہلی ہی دو تین صدیوں میں کیا۔ عیسائیت نے بھی پہلی ہی تین صدیوں میں دنیا کو گھیرا۔ اور قبضہ میں کیا۔ زرتشتی مذہب نے بھی پہلی تین صدیوں میں ہی دنیا کو گھیرا۔ سکھوں نے بھی پہلی تین صدیوں میں ہی قبضہ جمایا۔ غرض کہ کوئی قوم اور کسی مذہبی ریفارمر کی جماعت ایسی نہیں۔ جس نے

پہلی تین صدیوں میں کامیابی

حاصل نہ کی ہو۔ اور اسکی وجہ یہ ہے۔ نبیوں کے قرب کی وجہ سے جو اخلاص لوگوں میں ہوتا ہے وہ بعد میں نہیں ہوتا۔ دیکھو قرآن کریم تو اب بھی وہی موجود ہے جو رسول کریمؐ کے وقت میں تھا۔ مگر اب کیوں یہ مسلمانوں پر وہ اثر نہیں کرتا۔ جو رسول کریمؐ کے قرب کے زمانہ میں کرتا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے سے چھوٹے فقرہ پر جس طرح صحابہ کرام

مذبوح جانور کی طرح

تڑپ اُٹھتے تھے آج آپ کے بڑے سے بڑے ارشاد پر بھی انکی یہ حالت کیوں نہیں ہوتی اسوقت قرآن کریم کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ جو اثر پیدا کرتی تھی آج سارا قرآن کھول کر پڑھنے سے بھی وہ اثر نہیں پیدا ہوتا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب

حاصل تھا۔ جو ان لوگوں کو حاصل نہیں ہے تو پہلے لوگ جو کام کرنا چاہیں کر لیتے ہیں۔ اور پچھلے لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔ پس اگر ہماری جماعت بھی کامیاب ہونا چاہتی ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی ان پیشگوئیوں کی حامل بننا چاہتی ہے جو حضرت مسیح موعود سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو اس کی یہی صورت ہے کہ

ہم پہلی صدیوں میں دنیا پر چھا جائیں

اور ہمارے کامیاب ہونیکے لئے ضروری ہے۔ کہ کوئی ایسی کان یا ایسا ذخیرہ ہو۔ جسے ہم اپنے اندر شامل کرسکیں اگر

ایسا نہ ہو۔ تو ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگر عقل و فکر سے کام لیکر اس پر غور کیا جائے تو سمجھ میں آجائیگا۔ کہ تین صدیوں میں ہی ہم کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ تو انہی لوگوں کو۔ جو اس وقت ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ پس

ہماری کامیابی کی جڑ اور راز

یہی مسلمانوں کی حالت ہے جو ہمارے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ کیونکہ یہی سب سے زیادہ ہماری ترقی میں ممد اور معاون ہے۔ اور ان کو جانے دینے کا یہ مطلب ہے۔ کہ جو لوگ آسانی اور سہولت سے ہمارے ہاتھ میں آسکتے ہیں۔ ان میں سے چار پانچ لاکھ کو ہم جانے دے رہے ہیں۔ اور یہ اتنی ہی تعداد نہیں ہے۔ اب تو آریہ بھی ان کی تعداد ۲۳-۲۲ لاکھ مان رہے ہیں۔ شردھانند نے اپنی ایک تقریر میں اتنی تعداد تسلیم کی ہے۔ اور یہ آہستہ آہستہ ان لوگوں کی تعداد ظاہر کر رہے ہیں۔ تاکہ مسلمان زیادہ نہ گھبرا جائیں۔ اور در اصل کار ان لوگوں کی تعداد ایک کروڑ بتاتے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد جو افغانستان کی ساری آبادی سے دوگنی ہے۔ اس کو ضائع ہونے دینا قطعاً ہوشیاری اور دانائی کے خلاف ہے۔ پھر

حضرت مسیح موعود کا طریق

ہم دیکھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے موقع پر آپ یہ نہ کہتے۔ کہ یہ ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ انہیں تباہ ہونے دو۔ وہ لوگ بیشک ہم سے دشمنی اور عداوت کریں۔ ہمیں دکھ اور تکالیف دیں۔ مگر یہ بھی تو یاد رکھو۔ کہ اوروں کی نسبت یہی لوگ آسانی سے ہمارے قابو میں آ سکتے ہیں۔

ہماری اصل غرض

یہی ہے۔ کہ جس کام کیلئے ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ ہو جائے۔ اور یہ لوگ چونکہ اس کام کے ہونے میں سب سے زیادہ ممد ہیں۔ اس لئے ان کا بچانا ہمارا فرض ہے

کتاب جنگ مقدس

جس میں آتھم کے ساتھ مباحثہ چھپا ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود کا مباحثہ اس وقت ہوا۔ جبکہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ اور مولوی آپ کے کافر ہونے کا اعلان کر چکے تھے۔ اور فتوے دے چکے تھے۔ کہ آپ واجب القتل ہیں۔ وہ امن جو اب جماعت کو حاصل ہے۔ اس وقت ایسا بھی نہ تھا۔ بلکہ اب جیسے ان مقامات پر جہاں تھوڑے احمدی ہیں۔ اور ان کا جو حال ہے۔ ایسا ساری جماعت کا حال تھا۔ اور ہر جگہ یہی حالت تھی۔ ایسے موقع پر ایک غیر احمدی کا عیسائی سے مقابلہ ہوتا ہے۔ اس نے حضرت صاحب سے درخواست کی تھی کہ آپ مقابلہ کریں۔ اسپر آپ جھٹ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اس وقت یہ نہ کہا کہ عیسائی ہمارے ایسے دشمن نہیں ہیں۔ جیسے غیر احمدی ہیں۔ بلکہ آپ مباحثہ کے لئے چلے گئے۔ اور قادیان سے باہر چلے گئے۔

یہ تو اس وقت کا ذکر ہے۔ جب مخالفت زوروں پر تھی۔ اور دعوے کی ابتدا تھی۔ لیکن اب اس وقت کا ذکر سناتا ہوں۔ جب دعوے اپنے کمال کو پہنچ گیا تھا۔ اور مخالفت کم ہو گئی تھی۔

عیسائیوں کو ۱۹۰۶ء میں خاص جوش

پیدا ہوا۔ اور انہوں نے بڑے زور سے تبلیغ شروع کی۔ بریلی میں کوئی شخص تھا۔ عیسائیوں نے ینابیع الاسلام کتاب کے ذریعہ اسے خراب کرنا چاہا۔ اس کے دل میں اس کتاب کو پڑھکر اسلام کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے۔ اس نے حضرت صاحب کو اطلاع دی۔ اور لکھا کہ یہ کیسی باتیں ہیں جو اس کتاب میں درج ہیں۔ حضرت صاحب نے اس کو جواب نہ لکھا۔ بلکہ اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام

چشمہ مسیحی

ہے۔ اور جس سے نبوت کے مسئلہ میں ہمیں بڑی مدد ملتی ہے۔ یہ کتاب اس غیر احمدی کو عیسائیت سے بچانے کے لئے لکھی گئی۔ پس حضرت مسیح موعود کا طریق عمل بتا رہا ہے۔ کہ ہمارا ایسے موقع پر کیا طریق عمل ہونا چاہئے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ

ہمارے جنگ کا دائرہ

حضرت مسیح کو ماننے اور نہ ماننے کی حد تک ہی محدود نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس سے وسیع ہے۔ ہمارے سلسلہ کی بنیاد مسیح موعود سے ہی نہیں رکھی گئی۔ بلکہ آج سے تیرہ سو سال قبل رکھی گئی تھی۔ کیونکہ مسیح موعود کے مبعوث ہونے کی بنیاد اس وقت رکھی گئی تھی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوے کیا تھا۔ پس غیر احمدیوں کا اپنے ساتھ برا سلوک اور برا معاملہ دیکھکر اور ان کی عداوت اور دشمنی کو دیکھکر یہ مت سمجھو۔ کہ جب ان پر تباہی اور بربادی آئے۔ تو ہمیں چپ ہو کے بیٹھ رہنا چاہئے کیونکہ ان لوگوں کی یہ حالت ہی ہماری ترقی اور کامیابی کی بنیاد اور جڑھ ہے۔ اور ایسی صورت میں ہی

ہماری کامیابی کے سامان

ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ ایک شخص بڑا تیرنے والا ہو۔ وہ سمندروں میں تلاطم کے وقت کودتا اور ڈوبنے والوں کو بچا لاتا ہو۔ مگر ایک نادان اسے جھوٹا

اور وغا باز کہتا ہو۔ اور گالیاں دیتا ہو۔ اور کہے کہ اسے تو تیرنا آتا ہی نہیں۔ اس وقت بادشاہ اس کی بکواس سنے۔ اور کہے یہ شخص ایک محسن اور لوگوں کی جانیں بچانے والے کو برا بھلا کہ رہا ہے۔ اور اسے پکڑ کر سمندر میں پھینک دے اس وقت کیا اس تیراک کا یہ کام ہوگا۔ کہ کہے یہ چونکہ مجھے گالیاں دیتا تھا۔ اس لئے میں اسے نہیں بچاؤنگا۔ اگر وہ اس طرح کریگا۔ تو اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کریگا۔ کہ اسے تیرنا تو آتا نہیں۔ یونہی کہتا تھا۔ کہ بڑا تیراک ہوں۔ ایسے موقع پر اس کا یہ فرض تھا۔ کہ فوراً کود پڑے۔ اور ڈوبنے والے کو بچا کر اس سے اقرار کرائے۔ کہ میں سچا ہوں۔ تو جو کچھ میری نسبت کہتا تھا۔ وہ جھوٹ تھا۔

ایسا ہی اب غیر احمدی ہمارے متعلق کہتے ہیں۔ کہ یہ لوگ کیا کر سکتے ہیں۔ ان کے سب دعوے جھوٹے ہیں۔ ایسا تو ہوا ہے۔ کہ عیسائیوں وغیرہ کے مقابلہ میں ہماری کامیابی کو دیکھکر بعض جگہ غیر احمدیوں نے ہماری تائید کی ہے۔ مگر ہماری کامیابی کا ایسا نظارہ ان کے سامنے کبھی نہیں آیا۔ کہ جس کو دیکھکر ان کی عقلیں حیران ہو گئی ہوں۔ اور انہوں نے دیکھا ہو۔ کہ کوئی قوم کی قوم جو ہلاک ہو رہی ہو۔ اس کو بچانے کی ہم نے تجویز کی ہو۔ مگر اب خدا تعالےٰ نے ہمارے لئے ایسا موقع مہیا کیا ہے۔ اور اس وقت وہی لوگ کہ رہے ہیں۔ کہ

احمدی کہاں ہیں؟

کیوں فتنہ ارتداد کو روکنے کے لئے کھڑے نہیں ہوتے۔ کوئی ان سے پوچھے۔ احمدیوں کو تو تم پہلے ہی اسلام سے خارج کر چکے ہو۔ پھر وہ جہاں بھی ہوں۔ ان سے تمہیں کیا۔ مگر ان کا ہمیں بلانا اور اس موقع پر امداد کے لئے شور مچانا بتاتا ہے۔ کہ ان کے دل مانتے ہیں۔ کہ اگر کوئی جماعت خدمت اسلام کر سکتی ہے اور خدا تعالےٰ کی نصرت کسی جماعت کو مل سکتی ہے۔ تو وہ احمدی جماعت ہی ہے۔ پس جب یہ ایسا موقع ہو کہ ہمارا سخت ترین دشمن بھی ہر طرف سے مایوس ہو کر ہماری طرف نگاہیں ڈال رہا ہے۔ اور گھبرا گھبرا کر پوچھ رہا ہے۔ کہ احمدی کہاں ہیں۔ اور وہی احمدی جن کو یہ لوگ مرتدوں اور کافروں سے بھی بدتر کہتے تھے۔ انہیں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔ کہ وہ کیوں ہماری مدد کے لئے نہیں آتے۔ تو

اس موقع کو جانے نہیں دینا چاہیئے

ایسے زریں موقع کو جانے دینا جو ہماری زندگی میں ہمیں میسر ہوا ہے۔ نہایت ہی افسوسناک بات ہوگی۔ کیونکہ آج ہمارے لئے موقع ہے۔ کہ ہم ان لوگوں پر ثابت کر دیں۔ کہ آج تک تم لوگوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا۔ وہ ظالمانہ تھا۔ اور ہمارے خلاف تمہاری جتنی باتیں تھیں۔ وہ سب جھوٹی تھیں۔ اور اب ہم ان سے

قومی طور پر اقرار

کرا سکتے ہیں۔ کہ ہمارے مقابلہ میں تم لوگ ناراستی پر تھے۔ کہتے ہیں زندگی میں ہر انسان کو ایک خاص موقع ملا کرتا ہے۔ اور اگر ہم اس کو نہ سمجھیں۔ تو ہمارے لئے یہ ایسا ہی موقع ہے۔ نہ اس لئے کہ ایک قوم تباہ ہونے لگی ہے۔ جیسے نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اس لئے کہ اس قوم کو تباہ ہونے سے مسیح موعود کی جماعت ہی بچا سکتی ہے۔

پس خوب اچھی طرح سُن لو۔ کہ ایسے موقع بار بار نہیں ملا کرتے۔ ممکن ہے پھر بھی کبھی ایسا موقع آجائے۔ مگر اس کا آنا ایسا ہی مشکل ہے۔ جیسے ایک نبی کو ماننے سے محروم رہنے والوں کے لئے دوسرے نبی کا آنا۔ تو ایسے موقع شاذ و نادر ہی ملا کرتے ہیں۔

پس نہ اس وجہ سے ہمیں اس فتنہ کے انسداد کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام اس میں مبتلا ہوئے ہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ اسلام کی طرف منسوب ہونے والے اس میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ہماری جماعت جو الگ ہوئی ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ یہ کوئی نئی جماعت ہے۔ بلکہ یہ اس لئے الگ ہوئی ہے۔ کہ وہ لوگ جو اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا تعلق جتاتے ہیں۔ مگر سچا تعلق نہیں رکھتے۔ ان سے الگ ہو جائے۔ اگر یہ لوگ اپنا کوئی ایسا نام رکھ لیں۔ کہ اس کا اسلام سے تعلق نہ ظاہر ہو۔ تو پھر ہم احمدی نہ کہلائیں۔ تو گویا ہم اسلام سے اپنا تعلق ممتاز طور پر ظاہر کرنے کے لئے احمدی کہلاتے ہیں۔ یا یوں کہو۔ کہ ان کو ممتاز کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بھی آتا ہے۔ پس یہ

امتیاز کو ثابت کرنے کا موقع

ہے۔ احمدی ہم اس لئے کہلاتے ہیں۔ کہ ان لوگوں سے الگ ہو جائیں۔ تاکہ ان کی وجہ سے ہمارے مقابلہ میں کوئی اسلام پر طعن نہ کرے۔ ورنہ ہمارا نام تو وہی ہے کہ سچے مسلم۔ اس لئے ہمارا فرض ہے۔ کہ اس موقع پر خاموش نہ رہیں۔

پھر عقلاً بھی اس کے بڑے بڑے اعلیٰ نتائج ثابت ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ لوگ ہمارے لئے خزانہ اور کان کے طور پر ہیں۔ جس پر دشمن قابو پانا چاہتا ہے۔ کبھی کوئی یہ پسند نہ کریگا۔ کہ اس کی کسی چیز پر اگر دشمن نے قبضہ کیا ہو۔ تو اسے چھوڑ کر جدا کر لے جائیں۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ یہ میری چیز ہے۔ اور میرے ہی پاس اسے آنا چاہیئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

نے اسی رنگ کا ایک فیصلہ کیا تھا۔ ان کے پاس دو عورتیں مقدمہ لائیں۔ ان میں سے ایک کے بیٹے کو بھیڑیا کھا گیا تھا۔ اس کا خاوند کہیں گیا ہوا تھا۔ اور بعد میں ہی اسے بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس نے سمجھا خاوند آکر ناراض ہوگا۔ اور چونکہ وہ اپنے بچے کو پہچانتا نہیں۔ اس لئے دوسرے بچہ کو ہی اپنا سمجھ لیگا۔ اس پر اس نے دوسری عورت کا بچہ اٹھا کر اپنا بنا لیا۔ یہ جھگڑا جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اچھا اس کا فیصلہ اس طرح کرتا ہوں۔ کہ بچے کو آدھا آدھا کر کے دونوں کو دیدیتا ہوں۔

جس ماں کا بچہ نہیں تھا۔ اس نے تو کہا - ہاں یہ ٹھیک انصاف ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ اس نے سمجھا میرا بیٹا تو مر ہی گیا ہے۔ مگر اس کا بھی تو زندہ نہ رہے گا۔ لیکن جس کا بچہ تھا۔ اس نے کہدیا کہ یہ میرا بیٹا ہی نہیں۔ اسی کا ہے۔ اسے دیدیا جائے۔ اور اس طرح اس نے بچہ کو مرنے سے بچالیا۔

تو مسلمان کہلانے والے گو خراب ہیں۔ لیکن ہمارے لئے دوسروں سے بہت اقرب خزانہ ہیں۔ باقیوں کے متعلق تو ابھی یہ حالت ہے کہ ان تک پہنچنے کے لئے پہاڑوں کو تراش تراش کر دروازے بنانے کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمیں اور صرف

ہمیں ہی ان لوگوں کی فکر ہونی چاہیئے

جو مرتد ہو رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ غیر احمدی وہاں جاکر جو کچھ بھی کوشش کر رہے ہیں اتنی کرنا بھی ان کا حق نہیں۔ کیونکہ اصل میں جن کا خزانہ لٹ رہا ہے۔ وہ ہم ہی ہیں۔ ہمارا وہ خزانہ اور ذخیرہ ہے ہمیں اس کی حفاظت کرنی چاہیئے۔

پس ہر ایک احمدی کو یہ بات سمجھ لینی چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں

اس اُمت کا داروغہ

مقرر کیا ہے۔ اور جس طرح داروغہ اور دوسرے لوگوں کے فرائض میں فرق ہوتا ہے اسی طرح ہمارے اور دوسرے مسلمانوں کے فرائض میں فرق ہے۔ خدا تعالیٰ کے مامور کو ماننا خود خدمتِ اسلام کیلئے مامور ہو جانا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ خدا تعالیٰ تو اُسے مقرر نہیں کرتا۔ مگر خدا کے مامور کو ماننے کی وجہ سے وہ مامور ہو جاتا ہے تو ہم

خدمتِ اسلام کے لئے مامور ہیں

نہ اس لئے کہ الہام کے ذریعہ خدا نے ہمیں کہا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ہم نے خدا کے ایک مامور کو مانا ہے۔ پس جب ہم خدمتِ اسلام کے لئے مامور ہیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ اسلام سے بالکل جدا ہونیوالوں کو بچائیں۔ اور اگر کوئی اس کام کا اہل ہے۔ تو وہ ہم ہی ہیں۔ پس اگر کسی کے دل میں خیال ہو۔ کہ ہمارا کیا حرج ہے۔ ہم کیوں ان لوگوں کو بچائیں۔ تو وہ اس خیال کو نکالدے۔ اور سمجھنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع اس لئے دیا ہے۔ کہ دوسروں پر ہماری فوقیت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہیئے

اس کے بعد حضور نے ان اصحاب کی فہرست سنائی۔ جنھوں نے اپنے آپ کو خدمتِ اسلام کے لئے پیش کیا ہے۔ اور فرمایا۔ جن کے نام اس فہرست سے رہ گئے ہوں۔ اور انہوں نے درخواست دی ہو۔ وہ پھر لکھا دیں۔ اور جنھوں نے ابھی نہیں لکھائے۔ وہ بھی اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے اب لکھا دیں ۞

اس امر کی ضرورت بتا دینے کے بعد کہ ہمارے لئے یہ موقع نہایت اہم ہے۔ نہ صرف مذہبی لحاظ سے ہی بلکہ سیاسی لحاظ سے بھی اس میں ہمارے لئے بڑے فوائد ہیں اس وقت میں پھر تحریک کرتا ہوں۔ کہ ایسے موقع ہر روز نہیں ملا کرتے۔ جس کو خدا تعالیٰ توفیق دے۔ وہ اس موقع کو نہ جانے دے۔

شیطان سے مقابلہ کرنا

ہماری جماعت کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ اور شیطان ہماری بغل میں بیٹھا ہے۔ بیشک عیسائیت کا فتنہ بہت شدید ہے۔ مگر اس کیلئے آدمی چونکہ بہت دور سے آتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے ہجوم اور کثرت سے غلبہ حاصل نہیں کرتے۔ بلکہ اور ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ مگر ہندو جو ہمارے پاس بیٹھے ہیں۔ بیس بائیس کروڑ ان کی تعداد ہے۔ اس لئے ان کا فتنہ بہت سخت ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ موجودہ فتنہ ایک دو ماہ کی بات ہوگی۔ اور میں نہیں جانتا۔ کہ کتنے آدمیوں کی اس کے لئے ضرورت ہوگی۔ یہ حالات بتائینگے۔ مگر میں یہ جانتا ہوں کہ جب تک ایسے کافی آدمیوں کے نام ہمارے پاس نہ ہوں۔ جنھوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہو۔ اس وقت تک ہم اطمینان سے کام نہیں کر سکتے۔ ممکن ہے۔ ہمیں سینکڑوں آدمی بھیجنے پڑیں۔ ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا وفد روانہ ہو۔ کیونکہ اس وقت تک ہم نے چلنا ہے۔ جب تک کہ دشمن تھک کر اور ہار کر نہ بیٹھ جائے۔

اس کے متعلق

بچپن کی ایک مثال

مجھے یاد ہے۔ گو وہ کچھ اچھی نہیں۔ لیکن اس سے مطلب ضرور حل ہو جاتا ہے۔ چھوٹی عمر میں میں اُس جگہ کھڑا تھا۔ جہاں اب لنگر خانہ ہے۔ اور مہمان خانہ کے پاس جو لاہوں کے جو گھر ہیں۔ ان کے قریب سے دو آدمیوں نے کنکوے چڑھائے۔ وہ آپس میں لڑا رہے تھے۔ وہ دونوں ڈور چھوڑتے جاتے تھے۔ اور کنکوے بہت دور نکل گئے۔ میری نظر بھی کمزور تھی۔ جب میری نظر سے غائب ہو گئے۔ تو میں نے دوسرے لڑکے سے جو میرے ساتھ تھا۔ پوچھا۔ اتنے دور کیوں چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا یہی مقابلہ ہے۔ جو بھی ڈور دینے میں بڑھ جائیگا۔ وہ جیت جائیگا۔ تو ایسا مقابلہ جو درپیش ہے۔ اس کے لئے

استقلال ہی سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے

اور یاد رکھو کہ باطل کبھی مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔ کیونکہ باطل کے معنی ہی ہلاک ہونیوالے کے ہیں قائم حق ہی رہتا ہے۔ کیونکہ حق کے معنے قائم رہنے کے ہیں۔ لیکن اس کیلئے استقامت ضروری ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود بھی فرمایا کرتے تھے۔

الاستقامۃ فوق الکرامۃ

اگر ہم استقلال دکھائینگے۔ تو وہ لوگ اسی طرح تھک کر واپس آجائینگے جس طرح ان کو برٹش والے تھکا کر اپنے اپنے کاموں پر واپس آ رہے ہیں۔ وکیل اپنی وکالت شروع کرینگے۔ پڑھانیوالے اپنے سکولوں میں چلے آئینگے۔ لیکچرار گھروں کو واپس آجائینگے۔ اور جو جماعت میدان سے ہٹے گی نہیں وہ احمدی جماعت ہی ہوگی ۞

اسوقت ہمارے سامنے جو کام ہے۔ وہ بہت بڑا کام ہے۔ لیکن ہندوستان کیا اگر ساری دنیا بھی مقابلہ ہو۔ تو بھی ہمیں کیا پرواہ ہے۔ جب ہماری مدد کرنیوالا خدا تعالیٰ ہے۔ تو ہم نے خدا تعالیٰ کے سہارے پر لڑنا ہے۔ لیکن یاد رکھو۔ خدا تعالیٰ کی مدد بھی اسوقت تک نہیں آتی۔ جب تک استقامت نہ اختیار کی جائے۔ کیونکہ

استقامت کی وجہ سے خدا کی مدد آتی ہے

جب تک یہ نہ ہو کہ ہماری جماعت دکھانے کیلئے تیار نہ ہو۔ جب تک سارے کے سارے لوگ یہ فیصلہ نہ کر لیں کہ جب تک دشمن کو مقابلہ سے نہ ہٹا لینگے۔ اس وقت تک نہ ہٹیں گے۔ اسوقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پس چاہیئے کہ جس کے دل میں اب تک اس کام میں شامل ہونے کی تحریک نہ ہوئی ہو۔ وہ اب تیار ہو جائے۔ اور سمجھ لو کہ اس کام کیلئے کسی بڑے علم کی ضرورت نہیں۔ وہاں سے رپورٹیں آئی ہیں کہ ان لوگوں میں بالکل علم نہیں۔ مولوی محفوظ الحق صاحب نے لکھا ہے کہ وہ لوگ تو بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔ وہاں

علمی مسائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں

وہاں تو صاف اور سادہ لفظوں میں باتیں بار بار پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جیسے مسمریزم والے کہتے ہیں کہ سو جا۔ سو جا۔ تو معمول سو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ان لوگوں کو بار بار حق سنایا جائے تو کیوں ان پر اثر نہ کریگا۔ دیکھو عیسائی مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے کہتے منوا ہی لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ کھاتا پیتا۔ پاخانہ پھرتا رہا۔ اور بقول ان کے لوگوں نے اسکو مار بھی دیا۔ ایسا انسان کس طرح خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے لوگ مان ہی لیتے ہیں۔ پس اگر ایسی بے وقوفی کی بات لوگ مان سکتے ہیں۔ کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا۔ تو جاہل لوگ حق بات کو کیوں نہیں مان سکتے۔ اگر ایک بات بار بار کہنے سے عقلمند ہو کر جہالت کی بات مان لیتے ہیں تو عقل کی بات جاہل انسان سے کیوں نہیں منوائی جا سکتی۔ پس

ہمیں ایسے آدمی چاہئیں

جو محنت اور اخلاص سے کام کر سکیں۔ جو یہ اقرار کریں۔ کہ دن رات لوگوں کو سمجھاتے اور دین کی باتیں سناتے رہینگے۔ ایسے لوگ اگر ایک لفظ بھی نہ جانتے ہونگے تو کامیاب ہونگے۔ پس جو شخص انتظام کی پابندی کر سکتا ہے۔ فرمانبرداری اختیار کر سکتا ہے عقلمند کہلا سکتا ہے۔ وہ کام کر سکتا ہے۔ خواہ وہ اپنا نام بھی لکھنا نہ جانتا ہو۔ اس لئے اپنے آپ کو پیش کرنے میں جلدی کرو ؎

فتنہ ارتداد کے انسداد کیلئے فراہمی روپیہ کا سوال

اب روپیہ کا سوال ہے اس کے متعلق بعض لوگوں کے دل میں خیال پیدا ہوا ہے کہ جب آریہ راجپوتوں کو روپیہ دیکر آریہ بنا رہے ہیں۔ اور مسلمان بھی انکو روپیہ دیکر اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں تو کیا ہمیں بھی اسی کام کیلئے روپیہ جمع کرنا چاہیئے۔ ہمارے مبلغ تو اپنے خرچ پر جائینگے۔ پھر

روپیہ کی کیا ضرورت ہے

مگر ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسی تبلیغ کہ روپیہ دیکر لوگوں کو اپنے اندر داخل کیا جائے۔ میرے نزدیک تبلیغ نہیں۔ بلکہ اپنی

ذلت اور شکست کا اقرار

کرنا ہے۔ ہمیں اس کام کیلئے نہ تو روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور نہ اس کیلئے ہم روپیہ صرف کرنا چاہتے ہیں۔ مگر باوجود اسکے دوسرے دن ہمیں کم روپیہ کی ضرورت نہیں بلکہ ان سے زیادہ کی ضرورت ہے۔ انہیں بڑے بڑے مالدار ہیں۔ انہیں کروڑ پتی بھی ہیں۔ پھر انکی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر وہ تھوڑا تھوڑا چندہ بھی دیں تو بہت بڑا چندہ جمع کر سکتے ہیں اور آسانی سے لاکھوں جمع کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال وہ اسطرح کرینگے کہ کچھ آپس میں بانٹ لینگے اور کچھ ان لوگوں میں تقسیم کر دینگے۔ پس انکو روپیہ کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی ہمیں ہے۔ کیونکہ ان کے اتنے مبلغ نہیں ہونگے جتنے ہمارے ہونگے۔ اور باوجود اسکے کہ ہمارے مبلغ آنریری ہونگے۔ پھر بھی

ہمیں بہت سے اخراجات کرنے پڑینگے

کیونکہ ہمیں ایک ایسا محکمہ بنانا ہوگا کہ جس کے ماتحت تبلیغ کا کام ہو سکے۔ ہمارے نئے نئے آدمی جو جائینگے انکو نہ وہاں کے لوگوں کی طبائع کا علم ہوگا۔ نہ ان سے واقفیت ہوگی۔ نہ وہاں کام کرنے کے رنگ اور طریق سے آگاہ ہونگے۔ نہ ان سے دوستیاں ہونگی۔ نہ ان کا رعب جما ہوا ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر ایک جماعت مبلغین کی جائے۔ جو تین ماہ کے بعد واپس آجائے۔ اور پھر نئی جماعت چلی جائے۔ تو گویا سارا سال تجربہ ہی ہوتا رہیگا۔ اور کچھ کام بھی نہیں ہو سکیگا اسلئے ضروری ہے کہ ایک جماعت ایسی مستقل وہاں رہے جو کام کی نگرانی کرتی رہے اور جو میدان میں کام کے ختم ہونے تک وہیں رہے۔ یہ جماعت وہاں کے حالات اور طریق تبلیغ سے واقفیت حاصل کرے۔ لوگوں سے واقفیت پیدا کرے۔ یہ جماعت جو چھ ماہ۔ سال یا دو سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ وہاں رہیگی۔ اس کے متعلق یہ خیال کرنا کہ خرچ لئے بغیر رہ سکیگی۔ اسکی

طاقت اور قوت سے بالا خیال

ہے۔ اور جب خدا تعالیٰ بھی انسانی قوتوں کا خیال رکھتا ہے۔ تو کیا بندوں کو اس قانون کا لحاظ نہیں رکھنا چاہیئے جو خدا نے بنایا ہے۔ اور جو یہ ہے کہ انسان کھانے پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور اس کے بیوی بچے اور دوسرے لواحقین کھانے پینے کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں؟ یہ درست ہے۔ کہ جو لوگ وہاں کام کرینگے۔ وہ خدا تعالیٰ کے لئے ہی کرتے ہیں۔ لیکن جو خدا کے لئے کام کرتے ہیں۔ انکو خدا تعالیٰ آسمان سے کھانا نہیں بھیجا کرتا۔ بلکہ مومنوں کے قلوب میں ہی الہام کرتا ہے۔ کہ ان کے کھانے پینے کا انتظام کریں۔ حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے۔ ینصرک رجال نوحی الیھم۔ کہ تم کو وہ لوگ مدد دینگے۔ جن کو ہم وحی کرینگے۔ پس خدا تعالیٰ اپنے بندوں کیلئے آسمان سے روٹی نہیں اتارا کرتا۔ بلکہ دوسروں کو الہام کرتا ہے کہ ان کیلئے سامان کریں اور ہماری کیا ہی خوش قسمتی ہوگی۔ اگر

ہم خدا تعالیٰ کے الہام کے مورد بن جائیں

پھر کئی لوگ بعض مجبوریوں کی وجہ سے تبلیغ کیلئے نہیں جا سکتے۔ خواہ انکی مجبوریاں اچھی ہی ہوں مگر ان کے دل کو

صدمہ تو ضرور پہنچا ہے۔ مثلاً میں ہی ہوں۔ اگرچہ میں نے سارا کام کرانا ہے۔ اور میدان جنگ میں فوج کو لڑانے والے کا یہی کام ہوا کرتا ہے۔ کہ مقام جنگ سے پرے ہٹ کر فوج کو دیکھتا رہے۔ تاکہ انتظام قائم رہے۔ اور جہاں ضرورت محسوس ہو۔ وہاں مدد پہنچائے۔ اور سوائے ایسے موقع کے جنگ میں شامل نہ ہو۔ جب یہ سمجھے کہ اگر میں نہ پہنچا۔ تو ساری سپاہ تباہ ہو جائیگی۔ ایسی حالت کے علاوہ کمانڈر کا لڑائی میں شامل ہونا نہایت خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے میں تو وہاں نہیں جا سکتا۔ مگر میرے قلب میں جو جوش اور احساسات ہیں۔ ان کو پورا کرنے کے لئے بھی تو کوئی موقع ہونا چاہئے اور وہ اسی طرح ہو سکتا ہے۔ کہ

مالی امداد سے اس کام میں حصہ لیا جائے

پس کئی ایسے لوگ جو طاقت نہیں رکھتے۔ کہ وہاں جائیں۔ کیونکہ ان کو مجبوریاں درپیش ہیں۔ یا کئی ایسے لوگ جن میں ابھی اتنی ہمت نہیں۔ کہ مال اور جان دونوں دے سکیں۔ مگر تھوڑی سی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اس طرح وہ ان رجال میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ نوحی الیھم ہم آپ ان پر وحی کرتے ہیں گویا خدا تعالےٰ آپ ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی عزت نہیں ہے۔ دیکھو لوگ دنیا کے بادشاہوں کے مخاطب بننے کے لئے اور یہ کہلانے کے لئے کہ فلاں سے بادشاہ نے کلام کی لاکھوں روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ پھر کیا ہماری جماعت کے لوگ جو خدا تعالےٰ کے سچے پرستار ہیں۔ وہ نوحی الیھم میں شامل ہونے کے لئے روپوؤں کی کچھ پروا کریں گے۔ یا خدا کے مخاطب بننے کو معمولی بات سمجھیں گے۔

پس وہ لوگ جو وہاں مستقل طور پر کام کریں گے۔ ان کے گذارہ کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ معقول جماعت وہاں بھیجنی ہوگی۔ کم از کم دس پندرہ آدمی تو ضرور ہونگے۔ ان کے اخراجات کیلئے کافی روپیہ کی ضرورت ہے۔

پھر انہوں نے رپورٹیں بھیجنی ہیں۔ تاریں دینی ہیں۔ لٹریچر شائع کرنا ہے۔ اس کے لئے بھی روپیہ کی ضرورت ہے۔ یا جب ایسا ہو۔ کہ بعض لوگ ہمارے ساتھ ملنے لگیں۔ اور تعلیم اسلام کو قبول کریں۔ تو ان کے لئے مدرسے جاری کرنے ہونگے۔ اس کے لئے بھی خرچ کی ضرورت ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ جو لوگ تعلیم اسلام کو مانیں۔ ان کو یونہی چھوڑ کر چلے آئیں۔ بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے مدرسے جاری کرنے ہونگے۔

پھر اخباروں میں مضامین شائع کرنے کے لئے لوگوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے اخراجات کی ضرورت ہوگی۔ پس چونکہ

ہمارا انتظام خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت وسیع ہوگا

اس لئے ہمارا خرچ بھی زیادہ ہوگا۔ دوسرے لوگ تنخواہوں وغیرہ پر زیادہ روپیہ خرچ کریں گے۔ مگر ان کے مبلغ تھوڑے ہونگے۔ اور ہم تنخواہوں پر روپیہ خرچ نہیں کریں گے۔ لیکن ہمارے مبلغ چونکہ زیادہ ہونگے۔ اس لئے ہمیں جو انتظام کرنا پڑیگا۔ اس پر زیادہ خرچ کرنا ہوگا۔ پھر ہمیں ایسے اخراجات بھی کرنے ہونگے۔ جو وہ لوگ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ تو ایسی جگہوں پر ہی خرچ کرتے ہیں۔ جہاں نام و نمود ہو۔ مگر ہمیں اس کی پروا نہیں۔

ہم محض دین کیلئے خرچ کریں گے

اور جس طرح دین کو فائدہ پہنچیگا۔ اس طرح خرچ کریں گے۔ اس لئے میرا اندازہ ہے کہ

اخراجات کی پہلی قسط پچاس ہزار کی ہے

اگر دشمن کو اسی پر شکست ہوگئی تو فبہا۔ ورنہ اور پھر اور۔ پھر اور روپیہ جمع کرنا ہوگا۔ انہی دنوں میں ہماری جماعت کی عورتوں کے ذمہ ۵۰ ہزار روپیہ لگایا گیا ہے جس کا زیادہ حصہ انہوں نے دیدیا ہے۔ ہماری جماعت کے مرد بیشک بہت چندے دیتے رہتے ہیں۔ لیکن مرد مرد ہی ہیں۔ اور عورتیں عورتیں ہی۔ اس وقت میں مردوں اور عورتوں کا اخلاص کے لحاظ سے مقابلہ نہیں کر رہا۔ بلکہ مالی لحاظ سے کر رہا ہوں۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ مرد اس لحاظ سے عورتوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ عورتوں کے پاس زیور ہوتے ہیں۔ مگر وہ ماہوار آمدنی میں سے قلیل حصہ نکال کر دیتے ہیں۔ لیکن مرد چونکہ آمدنی کے ذرائع رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ عورتوں کی نسبت زیادہ دے سکتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کو اس طرف بہت جلدی توجہ کرنی چاہئیے۔ لندن میں مسجد بنانے کا کام ضروری تھا۔ لیکن اگر وہ ایک دو سال بعد میں بھی ہو جاتا۔ تو کوئی ایسی بات نہ پیدا ہو سکتی تھی۔ جو نقصان کا باعث ہوتی۔ چنانچہ ایک سال کے بعد ہی مسجد کے لئے جگہ خریدی گئی۔ مگر اس وقت جو کام درپیش ہے۔ یہ ایسا نہیں ہے۔ کہ اسے پیچھے ڈال سکیں۔ یہ فوری ہونے کی وجہ سے نہایت اہم ہے۔ اس لئے اس کے لئے جتنی قربانی کی جائے۔ تھوڑی ہے۔ پس گو اس کے مصارف وہ نہیں۔ جو دوسرے لوگوں کے ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان سے کم ہمیں روپیہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت پچاس ہزار کی رقم ایسی ہے جو کم از کم ہمیں چاہئیے۔

میں نے اس خیال سے کہ مشورہ سے جو کام کیا جائے وہ اچھا ہوتا ہے چندہ کے سوال کو کانفرنس پر اٹھا رکھا ہے۔ کہ اس وقت باہر کے لوگ بھی آجائیں گے۔ اور وہ بھی مشورہ میں شریک ہو جائیں گے۔ اس چندہ کے متعلق دو خیال ہیں۔ ایک تو یہ کہ خاص خاص لوگوں سے یہ چندہ جمع کیا جائے۔ اور دوسرا یہ کہ اس کو عام چندہ رکھا جائے۔ کانفرنس کے موقع پر مشورہ کے بعد جس طرح خدا تعالیٰ سمجھائیگا۔ ہوگا۔ لیکن فی الحال خرچ کے لئے جو ضرورت ہے اس کا

فوری انتظام

ہونا چاہئیے۔

اور اخراجات کے علاوہ اس وقت جو ایک خرچ درپیش ہے۔ وہ یہ بھی ہے۔ کہ اس علاقہ کے کم از کم ان ضلعوں کے لوگوں کو مشورہ کے لئے بلانا ہوگا۔ کیا وہ لوگ جو مشورہ کے لئے آئیں گے۔ ان کو ہمارے آدمی کہدینگے۔ کہ کھانا بازار سے کھاؤ۔ پھر وہ لوگ جو ہمارے کام کو دیکھنے کی غرض سے آئینگے۔ یا ہمیں کسی قسم کی مدد اور واقفیت بہم پہنچانے کے لئے آئینگے۔ ان کے کھانے پینے کا ہمیں انتظام کرنا ہوگا۔ ان کے لئے ہمارا لنگر ہوگا۔ اور یہ اخراجات معمولی نہ ہونگے۔ بلکہ بہت زیادہ ہونگے۔ پس چونکہ

روپیہ کی فوری ضرورت ہے

اور کانفرنس کے منعقد ہونے میں ابھی دیر ہے۔ اس لئے ارادہ ہے۔ کہ

قادیان میں چندہ کی تحریک

کی جائے۔ اور ایسے رنگ میں کی جائے۔ کہ کانفرنس کے مشورہ پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے۔ اور وہ یہ کہ عام تحریک نہ ہو۔ بلکہ جو لوگ ایک خاص رقم دے سکتے ہیں۔ ان سے لی جائے۔ پھر اگر کانفرنس میں فیصلہ ہو جائے۔ کہ سب لوگ چندہ دیں۔ تو اس تحریک سے کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور اگر یہ فیصلہ ہو کہ خاص رقم لی جائے۔ اور یہاں عام چندہ لیا گیا۔ تو اس سے باہر والوں کو صدمہ ہوگا۔ کہ قادیان میں تو عام چندہ کیا گیا۔ اور ہمیں اس میں شامل ہونے کا موقع نہ دیا گیا۔ اس لئے یہی تجویز ہے کہ قادیان والے ایسے لوگ جو کم از کم سو روپیہ دے سکیں۔ وہ دیں۔ اور جلدی دیں۔ اس مجلس میں ایسے لوگ نام نہ لکھائیں۔ بلکہ بعد میں لکھائیں۔ کیونکہ نماز (مغرب) کا وقت ہو گیا ہے۔ اور نماز تو عشا کے ساتھ ملا کر بھی پڑھ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ بھی دینی کام ہے۔ مگر اس طرح تقریر رک جائیگی۔

یہ سو روپیہ کی رقم بتانے کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس سے کم دینے والے شامل نہ ہوں مگر یہ نہیں۔ کہ جو اس سے زیادہ دے سکتے ہیں وہ زیادہ بھی نہ دیں۔

میں یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل سمجھتا ہوں۔ کہ اس نے ایک موقعہ پر میرے دل میں ایک خاص بات ڈالی تھی۔ اور اس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود فوت ہوئے تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ اب لوگ آپ پر طرح طرح کے اعتراض کریں گے۔ اور بڑے زور کی مخالفت شروع ہو جائیگی۔ اس وقت میں نے عہد کیا

پہلا کام حضرت مسیح موعود کے سرہانے کھڑے ہو کر

جو کیا وہ یہ عہد تھا۔ کہ اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اور میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کرونگا۔ اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کرونگا۔ جب تک یہی ارادہ اور یہی عزم لیکر ہماری جماعت کا ہر ایک شخص کھڑا نہ ہوگا کامیاب نہیں ہو سکتا ممکن ہے اسے دوسرا کوئی ساتھی نہ ملے۔ تو کیا ایسی صورت میں وہ خاموش ہو کر بیٹھ رہیگا۔ دیکھو اگر ایک عورت کا بچہ ڈوب رہا ہو۔ تو کیا وہ کنارے پر اس لئے خاموش بیٹھی رہیگی۔ کہ دس بیس آدمی جو کنارے پر کھڑے ہیں۔ اس کے بچہ کو بچا لینگے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اگر ہزار آدمی بھی موجود ہوگا تو بھی وہ پانی میں ہاتھ ڈالیگی۔ اور بچے کو بچانے کی کوشش کریگی۔ تو کام کرنے والے اسی طرح کام کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں ہم نے کام کرنا ہے۔ اور کسی نے نہیں کرنا۔ جب یہ ارادہ اور یہ عزم ہو تو پھر کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

پس میں اس چندہ کیلئے تحریک کرتا ہوں۔ جو لوگ توفیق رکھتے ہیں کہ سو روپیہ دے سکیں۔ دیں اس سے زیادہ خواہ کوئی لاکھ روپیہ دیدے۔ گو ہماری جماعت میں اتنا روپیہ دینے والا کوئی نہیں۔ پس پورے زور اور ساری قوت سے اس بوجھ کو اٹھائیے۔ تب کام ہوگا۔ اور اگر اس وقت تھوڑے لوگ اس بوجھ کو اٹھا لینگے۔ تو دوسرے وقت دوسرے لوگ اٹھا سکینگے۔ پس آپ لوگوں نے پورے زور کے ساتھ اس بوجھ کو اٹھانا ہے۔ اور باہر کے لوگوں کے لئے نمونہ بننا ہے۔

فتنہ ارتداد کا ذکر قرآن کریم میں

اس وقت میں نے جو رکوع پڑھا ہے۔ اس کے متعلق اب کچھ بیان کرتا ہوں۔ میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ اس وقت معاً میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ

ایسے فتنہ کا ذکر قرآن کریم میں

ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی کتاب سے بھی اس کا پتہ مل گیا ہے۔

اس رکوع (سورہ کہف کا گیارہواں) میں بتایا گیا ہے۔ کہ ذوالقرنین ایک بادشاہ تھا۔ اس کے حالات پیشگوئی کے طور پر بیان کئے گئے ہیں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے آخری صفحات میں حضرت صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ کہ

ذوالقرنین سے مراد مسیح موعود

ہے۔ جو صدیوں کے سروں کو جوڑیگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کے وقت سب صدیاں ملتی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے۔ کہ ذوالقرنین میں ہوں

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ویسئلونک عن ذی القرنین تم سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں۔ قل سأتلوا علیکم منہ ذکرا۔ کہدے میں اس کا کچھ حال بتاتا ہوں۔ یعنی یہ کہ مسیح موعود آئیگا۔ انا مکنا لہ فی الارض و اتینٰہ من کل شیءٍ سببا۔ ہم اس کو دنیا میں مبعوث کریں گے۔ اور ہر قسم کے سامان اسے دینگے۔ یعنی وہ سامان جن سے تبلیغ میں سہولت ہوگی۔ چنانچہ اس زمانہ میں مطبع۔ ڈاکخانہ تار۔ ریل۔ اخبارات وغیرہ ایسے ہی سامان ہیں۔ فاتبع سببا۔ وہ ایک رستہ پر چلیگا حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پہنچیگا۔ جہاں دلدل والے چشمہ میں سورج ڈوب رہا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرماتے ہیں۔ کہ یہ

عیسائی لوگوں کی حالت

بیان کی گئی ہے۔ کہ جو بگڑے ہوئے چشمہ کی طرح ہیں۔ ان میں سورج ڈوب رہا ہے۔

یعنی کسی وقت ان کے پاس مصفّٰی پانی تھا۔ مگر اس وقت خراب ہو گیا ہو گا۔ اور ان کی تعلیم بالکل بگڑ چکی ہوگی۔ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ایسی بگڑی ہوئی تعلیم کے پاس ایسی قوم کو پائیگا۔ زمانہ کے حالات کے ماتحت کہہ سکتے ہیں۔ کہ

اس قوم میں ہندو بھی شامل ہیں

حضرت مسیح موعود نے ان کو بھی اہل کتاب قرار دیا ہے۔ مگر ان کے متعلق ایک بات رہ جاتی ہے۔ اور وہ سورج کے ڈوبنے کی ہے۔ کہ پھر ان میں سورج کس طرح ڈوبا۔ اس کے متعلق اگر ظاہری معنی لئے جائیں۔ تو یہ ہیں۔ کہ ہندو بھی مغرب سے ہی آئے ہیں۔ پھر سورج ڈوبنے سے مراد یہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اس قوم کا خاتمہ اور انتہا ہو جائیگی۔ ان کا چشمہ گندا ہو چکا ہو گا۔ نور اور معرفت مٹ چکی ہوگی۔ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا۔ اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کو کہا۔ چاہئے تو تو ان کو عذاب دے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ چاہے۔ تو ان کے لئے عذاب کی دعا کر۔ اور چاہے۔ تو ان کو ہدایت دے۔ [illegible] قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا۔ وہ کہیگا جو کوئی ظلم کریگا اسے عذاب دیا جائیگا۔ پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائیگا۔ اور اسے عذاب ملیگا۔ وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاءً الْحُسْنَىٰ اور جو کوئی ایمان لائیگا۔ اور اچھے عمل کریگا۔ مسیح موعود ان کے لئے دعا کریگا۔ اور ان کو اچھا بدلا ملیگا۔ وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا اور وہ ان کو کہیگا۔ آسان اور اچھی بات۔ جو ہم اسے کہینگے۔ یعنی وہ سب لوگ تو کہینگے۔ کہ کافروں کو تلوار سے قتل کر دینا چاہیئے۔ مگر وہ کہیگا۔

نرمی سے معاملہ ہونا چاہیئے

ہاں اگر کوئی ظالم تلوار اٹھاتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ کے لئے تم بھی تلوار اٹھاؤ۔ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَمْ نَجْعَلْ لَهُمْ مِنْ دُونِهَا سِتْرًا۔ پھر وہ ایک اور قوم کی طرف جائیگا۔ جو اس جگہ ہوگی۔ جہاں سے سورج چڑھتا ہو گا۔ اور وہ دیکھیگا۔ کہ اس قوم اور سورج کے درمیان کوئی روک نہیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔ کہ

اس سے مراد مسلمان ہیں

ان کا چشمہ تو خراب نہیں ہوا۔ اور سورج چڑھا ہوا ہے۔ یعنی قرآن کریم موجود ہے۔ مگر یہ ظاہر پرست ہو گئے ہیں۔ اصل فائدہ نہیں اٹھاتے۔

پھر اس کے یہ بھی معنے ہیں۔ کہ جب سورج چڑھتا ہے۔ تو گرمی سے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ اور چونکہ ان لوگوں کو اسلام سے ظاہری تعلق ہو گا۔ اس سے اس تعلق کی وجہ سے ان کو دکھ اور تکالیف پہنچیگی۔ اور ان سے ان کو کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔ ان کے اندر حقیقی اسلام نہیں ہو گا۔ کہ خدا تعالیٰ بچائے۔ اور یہ چونکہ مسلمان کہلاتے ہونگے۔ اس لئے دوسرے لوگ ان کو تکالیف اور دکھ پہنچائینگے ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا۔ پھر وہ آگے چلیگا۔ اور وہاں ایک قوم ہوگی۔

یہ وہ قوم ہے

جس کا آج کل جھگڑا پڑا ہوا ہے۔ وہ وہاں پہنچیگا۔ جہاں غیر مذاہب اور اسلام کی سرحد ملتی ہے۔ وہاں ایسی قوم ہوگی۔ جو بالکل جاہل ہوگی۔ اور ایسی جاہل ہوگی۔ کہ نہ اسلام کو سمجھتی ہوگی۔ نہ کسی اور مذہب کو۔ گویا وہ کچھ ہندوؤں کے قریب ہوگی۔ کچھ مسلمانوں کے۔ چنانچہ وہ لوگ ایسے ہی ہیں۔ ختنہ کراتے ہیں۔ مگر گائے کا گوشت نہیں کھاتے۔ نکاح پڑھواتے ہیں۔ مگر بت بھی گھروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا جو ان کے متعلق آیا ہے۔ بالکل اسی کا ترجمہ وہ فقرہ ہے۔ جو مولوی محفوظ الحق صاحب نے ان لوگوں کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ بات تک نہیں سمجھ سکتے۔

قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا۔ ان لوگوں میں جو تعلیم یافتہ ہونگے۔ اور ہیں جو شور مچا رہے ہیں۔ کہ ان لوگوں کو بچاؤ۔ وہ شور مچائینگے۔ یا یہ بھی اس کا مطلب ہے۔ کہ پہلی قوم کے لوگ کہیں گے۔ کہ اے ذوالقرنین یا اس کی جماعت یاجوج ماجوج ان لوگوں کو کھینچے لئے جا رہے ہیں۔ ان کو بچاؤ۔

ہندو بھی یاجوج ماجوج میں شامل ہیں

وہ لوگ یعنی مسلمان حضرت مسیح موعود کی جماعت کو کہینگے۔ کہ یاجوج ماجوج فساد مچا رہے ہیں۔ ان سے ان لوگوں کو بچاؤ۔ خرچ ہم دیتے ہیں۔ ہندوؤں اور ان کے درمیان روک کھڑی کردو۔ چنانچہ غیر احمدی لکھ رہے ہیں۔ کہ احمدی کیوں ان لوگوں کو نہیں بچاتے۔ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا۔ وہ کہیگا۔ تمہاری مدد پر بھروسہ کرنا لغو ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے نکتہ سمجھایا ہے۔ اور وہی میری مدد و نصرت کریگا۔ اور وہی ان لوگوں کو بچا سکے گا۔ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ہاں تم ظاہری شوکت سے مدد دے سکتے ہو۔ اس سے اگر مدد دو۔ تو تمہارے لئے موجب ثواب ہوگی۔ لیکن اصل فتح خدا تعالیٰ ہی کی نصرت اور جذب دعا سے ہوگی۔ میرے پاس تم اپنے

لوہے کے ٹکرے لاؤ

یعنی مجھے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک تو قلموں کی۔ چونکہ یہ ہولڈروں سے تو

ہے ۔ جو لوہے کے ہوتے ہیں اس لئے لوہے کے ٹکڑے سے یہی مراد ہیں ۔ یہ تھے ۔ یہ مذاہب یعنی غیر مذاہب کے مقابلہ میں مجھے لکھنے دو ۔ مجھے خدا نے اسلام کی حفاظت کا گر سمجھایا ہے ۔ میں اس سے کام لونگا ۔ اور دوسرے اٰتُوْنِیْٓ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا

پیسے لاکر ہمیں دیدو

تم سمجھنا پڑھنا چھوڑ دو ۔ تمہارے مولوی ان لوگوں کو اور خراب کر دیں گے ۔ تم قلمیں روک لو ۔ اور زبانیں بند کر لو ۔ باقی تمہارے پاس جو پیسے ہیں ۔ اگر چاہو ۔ تو ان سے مدد کر دو ۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۔ پھر یا تو دشمن چڑھتا چلا آرہا تھا ۔ اور درمیانی قوم کو کھا رہا تھا ۔ اس قوم کو درمیانی قرار دینے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ہندوؤں کے راستہ میں یہ روک ہے ۔ اگر یہ نہ رہی تو پھر باقی مسلمانوں کی بھی خیر نہیں ۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ کہ

احمدی اس دشمن کے راستہ میں دیواریں بنا دینگے

اور اس کو مسلمانوں پر غالب ہونے سے روک دینگے ۔

پس کامیابی احمدی قوم کو ہی ہوگی ۔ میرا یہ مطلب نہیں ۔ کہ ان آیات میں ملکانہ قوم کا ہی ذکر ہے ۔ سب جگہ ایسی قومیں موجود ہیں ۔ کہ وہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ۔ مگر غیروں سے ان کا تعلق ہے ۔ ایسی قوموں کو غیر کھانا چاہتے ہیں ۔ ان کی حفاظت اگر ہوگی تو حضرت مسیح موعود کی جماعت کے ذریعہ ہی ہوگی ۔ اور دوسروں کی حفاظت ان کے لئے اور زیادہ مضر ثابت ہوگی ۔ ان کا کام یہی ہے ۔ کہ اپنی قلمیں اس جماعت کے حوالہ کر دیں ۔ اور اپنے سکے اس کے آگے ڈالدیں ۔ کہ یہی ان کے پاس دینے والی چیزیں ہیں ۔ ایمان عرفان اور دلائل تو ان کے پاس ہیں ہی نہیں ۔ اگر دے سکتے ہیں ۔ تو صرف پیسہ ہی دے سکتے ہیں ۔

یہ ایک پیشگوئی ہے ۔ جو ان تمام قوموں کے متعلق ہے ۔ جن کی حالت ملکانوں جیسی ہے ۔ اور اس پیشگوئی میں یہ بھی خوشخبری ہے ۔ کہ

جلد یا بدیر کامیابی مسیح موعود کی جماعت کو ہی ہوگی

بعض دفعہ دشمن کو درمیانی خوشی حاصل ہو جاتی ہے ۔ مگر وہ عارضی ہوتی ہے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مکہ سے آنا پڑا ۔ تو کفار بڑے خوش ہوئے ہونگے ۔ کہ ہم غالب آگئے ۔ لیکن دراصل رسول کریم کا مکہ سے آنا ہی ان لوگوں کی تباہی اور بربادی کا سامان تھا ۔ جس کا انہیں بہت جلد علم ہو گیا ۔ پس اگر ہمیں درمیان میں مشکلات پیش آئیں ۔ اور بظاہر کامیابی دشمن کو نظر آئے ۔ تو کوئی گھبرانے کی بات نہیں ۔ انجام کار ہماری جماعت کو ہی فتح حاصل ہوگی ۔ اور مسلمانوں کو بھی کہنا پڑیگا ۔ کہ ہم قلمیں دے دیتے ہیں ۔ ہمیں ان دشمنوں سے تم ہی بچاؤ +

بقیہ مضمون صفحہ ۲

اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ نے اول تو کہا ۔ کہ اگر احمدی اس اسلام کی تبلیغ کریں ۔ جو ہمارا ہے ۔ تو میں ان کے جھنڈے کے نیچے کام کرنے کو تیار ہوں ۔ ورنہ مجھے ان کے خلاف کوشش کرنے کیلئے وہاں جانا پڑیگا اور پھر دُرافشانی کی ۔ وہ ہر ایک مسلمان کیلئے قابل توجہ ہے ۔ اس نے کہا یہ تو ایسا ہی مقابلہ ہے ۔ جیسے ایک موچی ایک انگریزی خواں کو کہے ۔ کہ میرے مقابلہ میں جوتا سی لو ۔

گویا راجپوتوں کو مرتد ہونے سے بچانا جوتا سینے کی طرح ہے ۔ اس کے بعد مرتضیٰ حسن نے تو کمال ہی کر دیا ۔ کہنے لگا میں راجپوتانہ سے ہی آرہا ہوں ۔ وہاں احمدیوں کے آدمی پہنچ گئے ہیں ۔ ہماری فراخ دلی دیکھئے ۔ کہ ان کو اتنے گاؤں ارتداد سے بچانے کیلئے دے دئے گئے ۔ مگر انہوں نے یہ اقرار کیا کہ اپنے عقائد ظاہر نہ کریں گے ۔ اس لئے ان کو ہم نے الگ کر دیا ہے ۔ اور اگر ان کی یہی حالت رہی تو میں پنچائت کرا کے ان لوگوں کو سارے راجپوتانہ سے نکلوا دونگا ۔ اس پر خوشی کے نعرے بلند ہوئے ۔ اور نعرہ تکبیر کہا گیا + اس بھلے مانس سے کوئی پوچھے ۔ کہ آریوں کو تو وہاں سے نہ نکلوا سکے ۔ جو مرتد بنا رہے ہیں ۔ اور ہمیں نکلوا دوگے ۔ جو مسلمان بنانے گئے ہیں ۔ کیا بدی اور کیا بدی کا شور رہا ۔ لیکن اس سے ان لوگوں کو اسلام سے جو تعلق اور محبت ہے ۔ وہ تو ظاہر ہو گیا ۔

مولویوں کی درشت کلامی اور دل آزاری پر منتظم حکام کو بار بار توجہ دلائی جاتی رہی ۔ اور کہا گیا ۔ کہ یہ لوگ ہمارے مرشد کے خلاف جھوٹ اور بدزبانی کر کے ہمیں اشتعال دلا رہے ہیں لیکن کے جواب میں یہ کہہ دیا جاتا رہا ۔ کہ ان کی باتیں نوٹ کی جا رہی ہیں ۔ بعد میں نتیجہ نکلیگا ۔ ایک دفعہ تو مولوی ثناء اللہ نے بلا کسی وجہ کے ہمیں ننکانہ کے واقعہ کا ذکر کر کے دھمکی بھی دی اور دوبارہ یہ فقرہ دہرایا گیا ننکانہ کا منظر دیکھنا چاہتے ہو جس کی طرف افسر انچارج کو توجہ دلائی گئی + چونکہ مولویوں کو دل کھول کر بدزبانی کا موقع ملا ۔ اور جو ان کے منہ میں آیا ۔ کہتے گئے ۔ اس لئے ان کی طرف سے کئی بار افسر انچارج کا شکریہ ادا کیا گیا ۔ اور کہا گیا ۔ خدا کرے ہمیشہ یہی آیا کریں ۔ یہ بہت اچھا انتظام کرتے ہیں ۔ خدا ان کے مرتبہ میں ترقی دے وغیرہ وغیرہ ۔

آخری دن ایک دس بارہ سال کے لڑکے کو احمدیت سے توبہ کرنے کیلئے پیش کیا گیا ۔ سٹیج پر کھڑا کر کے اس سے کچھ کہلوایا گیا ۔ جو سنا نہ گیا ۔ اور کہا گیا ۔ بعد میں کوئی اور سنا دیگا ۔ لیکن کسی نے نہ سنایا ۔ کہ اس لڑکے نے کیا کہا + اس کے متعلق کہا گیا کہ اگر اسے احمدی ثابت کیا جائے ۔ تو دو سو روپیہ انعام دیا جائیگا ۔ ثناء اللہ نے کہا ۔ ڈپٹی صاحب کے پاس روپیہ رکھو جس کا مطلب یہ تھا ۔ کہ ڈپٹی صاحب نہ روپیہ لینگے (جیسا کہ گذشتہ سال انہوں نے انکار کر دیا تھا) اور نہ وہ ثابت کریگا ۔ ان لوگوں کو تحقیق حق کا جس قدر خیال ہے ۔ اس کا پتہ تو اسی طرح لگ سکتا ہے کہ باوجود ہر سال مباحثہ کا چیلنج دینے کے اسے ہضم کر جاتے ہیں ۔ مگر اب کے انہوں نے یہ بھی کوشش کی ۔ کہ ہمارے جلسوں میں جو رات کو ہوتے ان کا کوئی آدمی شامل نہ ہو اس لئے عشاء کے بعد جلسہ کرتے رہے ۔ اور اپنے خاص لیکچراروں کو اس وقت کھڑا کرتے رہے ۔ یہ کوشش اس لئے تھی ۔ کہ ہر سال اس موقع پر ان کے بہت سے لوگ جو ہمارے ساتھ آ ملتے ہیں ۔ اور بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں ۔ وہ نہ ہوں ۔ لیکن اس میں انہیں سخت ناکامی ہوئی ۔ ۱۹ تاریخ بعد ظہر حضرت خلیفۃ المسیح نے مسجد اقصیٰ میں ایک تقریر فرمائی جس کا اعلان بذریعہ اشتہار و منادی غیر احمدیوں میں کر دیا گیا تھا ۔ جس کے بعد پینتیس ۳۵ آدمیوں نے بیعت کی ۔ ان اصحاب نے چونکہ ایک وقت بیعت کی ۔ اس لئے ان کے نام قلمبند کر لئے گئے ۔ مگر اس کے علاوہ ان ایام میں اور مختلف موقعوں پر بھی کئی لوگوں نے بیعت کی ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔ اسی طرح خدا کے فضل سے چالیس کے قریب نئے آدمی داخل سلسلہ ہوئے ۔ جن کے نام مع مفصل پتہ کے آئندہ درج ہونگے ۔ ہماری طرف سے ۶ اشتہار شائع کئے گئے ۔ جن کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے +

الفضل
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قادیان دار الامان - مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۳ء

فتنۂ ارتداد کے قلع قمع کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا خطاب جماعت احمدیہ سے

راجپوتوں کے ارتداد کا فتنہ روکنے کی ہمیں کیوں ضرورت ہے؟

۱۴ مارچ ۱۹۲۳ء کو بعد نماز عصر مسجد اقصےٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے حسب ذیل تقریر فرمائی :-

حضور نے سورہ کہف کا گیارھواں رکوع تلاوت کرنے کے بعد فرمایا :-

میں نے آج تمام احباب کو خاص طور پر اطلاع کرا کے اس لئے جمع کیا ہے کہ اس

فتنۂ ارتداد

کے متعلق جو ہندوستان میں جاری ہے - بعض باتیں دوستوں کو بتانی چاہتا ہوں - اور اس فتنہ کے متعلق مالی انتظام کے متعلق بھی بعض تجاویز پیش کرنی چاہتا ہوں :-

بیشتر اسکے کہ مالی تجاویز کو پیش کروں - میں اس سوال کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں جو بعض لوگوں کے دل میں پیدا ہوا ہے - اور جن حالات میں سے ہماری جماعت گذر رہی ہے ان کی وجہ سے پیدا ہونا چاہیئے - اور وہ یہ ہے کہ :-

کیا فتنۂ ارتداد کے روکنے کی ہمیں ضرورت ہے؟

یہ سوال ہے جو بہت سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے - اور ہمارے ساتھ غیر احمدیوں کا جو سلوک ہے - اور جس رنگ میں وہ ہمارے ساتھ معاملہ کرتے ہیں - اس کی وجہ سے قدرتاً پیدا ہونا چاہیئے -

مُرتد ہونیوالے احمدی نہیں ہیں

بلکہ وہ اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں - جس کی ذمہ داری اور جس کی امانت تیرہ سو سینکڑوں سال رکھے گئے - مگر اس قوم نے باوجود ادعائے اسلام کے ان کے متعلق اتنا بھی تو نہیں کیا - کہ اسلام کا علمی اور رُوحانی رنگ تو الگ رہا - ظاہری اسلام ہی سکھا دیتی - اور شعار اسلام کی موٹی موٹی باتیں ہی بتا دیتی - ایسی قوم جس نے ادہر تو اپنے گھر سے

ایسی بے رُخی اور بے توجہی

برتی ہو - کہ لاکھوں انسان جو مسلمان کہلاتے رہے - مگر انہیں اسلام کی ہوا بھی تو چھو نہ گئی تھی ان کی طرف ذرا بھی توجہ نہ کی - اور ادہر اسکے مولوی قادیان کو فتح کرنے کو آئے ہیں - ہم آریوں سے جنگ کریں تو ہماری پیٹھ میں چھری مارنے کے لئے تیار رہتے ہیں - ہم اگر عیسائیوں سے مقابلہ کریں - تو جھٹ ہمیں نقصان پہنچانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں - ہم اگر ممالک غیر میں تبلیغ اسلام کے لئے گئے - تو جھٹ ہمارے خلاف ٹریکٹ لکھ کر شایع کرتے ہیں - اور ہماری ہر تبلیغی کوشش میں روک ڈالنا اپنا فرض سمجھتے ہیں - غرض انہوں نے اپنے قول اور فعل سے ثابت کر دیا - کہ وہ ہمیں آریوں - عیسائیوں - یہودیوں بلکہ دہریوں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں - ایک احمدی جو بڑا مخلص احمدی ہے - اور حضرت مسیح موعود کے پُرانے دوستوں میں سے ہے - جب وہ احمدی ہوا - تو پہلے اس کا چال چلن کوئی اچھا نہ تھا - اور اسکے باپ نے اس سے تعلق قطع کیا ہوا تھا - مگر جب اسے کسی ذریعہ سے احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہوئی - تو اس کے باپ نے جو پہلے اس کی مالی مدد نہ کیا کرتا تھا - اُسے کہا میں تمہارے لئے ایک معقول رقم مقرر کر دیتا ہوں - اسے خواہ تم شراب میں صرف کرو - خواہ کنچنیاں نچوایا کرو - یا کسی اور ایسے ہی کام میں استعمال کرو - مگر

احمدی نہ بنو

ایک اور جگہ ایک لڑکا احمدی ہونے لگا - تو اس کے رشتہ داروں نے اُسے کہا کہ اس سے تو یہ بہتر ہے - کہ تم عیسائی ہو جاؤ - اور احمدی نہ بنو - خدا کی قدرت وہ چونکہ احمدیت سے ابھی اچھی طرح واقف نہ ہوا تھا - اسلئے احمدی ہونے سے تو رک گیا - مگر عیسائی ہو گیا - اسوقت اس کے رشتہ داروں کو فکر پڑی - اور وہ احمدیوں کے پاس آئے کہ اسے تم

احمدی بنا لو

احمدیوں نے اسے سمجھایا